خاندان اجتہاد کا اُمّی شاعر

چھنگا صاحب حسینؔ لکھنوی الجائسی

جناب عابد حسین حیدری صاحب صدر شعبۂ اردو
مہاتما گاندھی میموریل پوسٹ گریجویٹ کالج
سنبھل، ضلع مرادآباد

سید صادق علی عرف چھنگا صاحب تخلص حسینؔ کے نام سے میری واقفیت بہت چھٹپنے میں ہوئی تھی۔ والد مرحوم (جناب یعقوب حسین) کی زبانی ان کے سلام کے چند شعر اکثر سوزخوانی کے حوالے سے سنے تھے۔ اس سلام کے چند شعر حاضر کر رہا ہوں:۔

پڑے ہیں عرش کے ٹوٹے ستارے ضوفشاں ہو کر
زمین کربلا چمکے گی اب تو آسماں ہو کر
ہوائے تیغ عباس علیؑ کا تیز دھارا ہے
پھریرے فوج اعدا کے اڑیں گے دھجیاں ہو کر
شب معراج ہے، ہیں عاشق و معشوق میں باتیں
قیامت کر رہا ہے آج پردہ درمیاں ہو کر
کھلا بعد ولادت مرتضیٰؑ کے چشم و ابرو سے
یہی اک روز بت کعبہ میں توڑیں گے جواں ہو کر
گئے باغ جناں میں ظہر تک جن جن کو جانا تھا
کھڑے ہیں شہ اکیلے یوسف بے کارواں ہو کر
حسینؔ نقش قدم پر کاملوں کے پاؤں رکھتے ہو
چلے ہو پیچھے پیچھے تم بھی گرد کارواں ہو کر

ابھی کچھ دنوں پہلے ماہنامہ ''شعاع عمل''، لکھنؤ میں مولانا اسیفؔ جائسی صاحب کا مضمون پڑھنے کا اتفاق ہوا اور وہی مضمون اس تحریر کا محرک بنا۔ ساتھ ہی پاکستان کے مشہور شاعر اور ادیب جناب ساحرؔ لکھنوی کی کتاب ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کتاب میں حسینؔ کے تعلق سے بہت سی معلومات فراہم کی گئی ہیں لیکن کچھ جگہوں پر ساحرؔ سے تسامح ہوا جس کی نشاندہی ضروری معلوم ہوتی ہے۔

ساحرؔ لکھنوی نے مولانا محمد باقر شمسؔ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حسینؔ کا انتقال ۱۹۳۱ء میں ہوا اور جناب مہذبؔ لکھنوی کی نقل کردہ تاریخ انتقال ۱۹۴۰ء کو غلط قرار دیا ہے۔ ساحرؔ لکھنوی نے مولانا سید آغا مہدی کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ حسینؔ کی وفات ۱۳۵۰ھ — ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ ساحرؔ کا اس سلسلے میں خیال ہے کہ ''مولانا آغا مہدی کی تحقیق کردہ تاریخ وفات تقریباً حضرت شمسؔ کے قول کے مطابق ہے۔ جبکہ راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق حسینؔ کا انتقال ۱۸ / جولائی ۱۹۳۲ء کو ہوا

تھا۔ یہ تاریخ رحلت اس لیئے درست ہے کہ حسینؔ کی مجلس چہلم کے رقعہ میں یہی تاریخ درج ہے۔ یہ رقعہ حسینؔ کے چھوٹے بھائی سید مجاور حسین تمناؔ جائسی کا منظوم کردہ ہے جس میں تمام مومنین، رؤسا اور علماء کو مجلس میں شرکت کے لیئے مدعو کیا گیا ہے۔ مجلس چہلم ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ، ۲۱ اگست ۱۹۳۲ء کو حسینیۂ جناب غفرانمآبؒ میں منعقد ہوئی اور جس میں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب مجتہد نے ذاکری فرمائی۔ ذیل میں وہ منظوم رقعہ پیش کیا جارہا ہے:

امی لقب شاعر کا ماتم

از سید مجاور حسین تمناؔ برادر خرد چھنگا صاحب حسینؔ

ازل سے ہوا ایسا دشمن فلک
کہ دیکھی نہ میں نے خوشی آج تک
نہ بر آئی دنیا میں حسرت کوئی
نہ پائی کبھی آہ راحت کوئی
ہوئی نازل ایسی بلا پر بلا
کہ موقع نہ آہوں کا بھی مل سکا
جو اک درد دل کا گھٹا بھی کبھی
تو فوراً اذیت بڑھی دوسری
گئے دہر سے اس طرح سب شفیق
نہیں سر پہ باقی کوئی اب شفیق
غرض یہ تو باتیں پرانی تھیں سب
وہ غم قہر ہے جس کی باری ہے اب
تھا اک دم جو باقی بڑے بھائی کا
فلک نے اسے بھی نہ رہنے دیا
یہ روز سیہ اب دکھایا مجھے
کہ ان سے بھی آخر چھڑایا مجھے
لہو دل کا آنکھوں سے سب بہہ گیا
میں ہی میں فقط گھر میں اب رہ گیا
چھری جن کے غم کی یہ دل پر چلی
تھا اک نام تو ان کا صادق علی
اور اس کے سوا دوسرا تھا جو نام
ہیں آگاہ اس سے سبھی خاص و عام
انہیں یعنی چھنگا بھی کہتے تھے سب
حسینؔ تو تخلص تھا امی لقب
تھے ان پڑھ مگر اس قدر باکمال
کہ ملتی نہیں آج ان کی مثال
مجھے ذات پر ان کی تھا ناز بھی
وہ تھے شاعری میں سرافراز بھی
کہے مرثیے اس قدر لاجواب
کہ تاحشر جن کا نہ ہوگا جواب
نہ مغرور تھے اور نہ شہرت پسند
فقط طبع تھی ان کی جدت پسند
تھی خوشگوئی بھی بردباری بھی تھی
سخن سے عیاں پختہ کاری بھی تھی
ہے بیتوں میں ان کی یہ ربط آج تک
کہ موتی کی لڑیوں کا ہوتا ہے شک
نئے لاکھوں ملتے تھے پہلو انہیں
مضامین نو پر تھا قابو انہیں
خدا کی طرف سے یہ تھا مرتبہ
کہ ہر بند ان کا تھا اک معجزہ

غرض شب کو اٹھارہ جولائی کی
جفا ایک گردوں کی یہ بھی ہوئی
کہ تنہا مجھے چھوڑ کر وہ یہاں
گئے خود سوئے قصر باغ جناں

یہ رقعہ مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کے کتبخانہ میں الواعظ ۸و۱۶/اپریل ۱۹۳۴ء کی پشت پر چسپاں ہے۔ اس رقعہ سے ایک طرف تو حسینؔ کی تاریخ وفات ۱۸/جولائی ۱۹۳۲ء ثابت ہوتی ہے دوسری طرف حسینؔ کی علمی، ادبی اور شاعرانہ عظمت کا اعتراف بھی ہے۔

تمناؔ کے اعتراف کے علاوہ مہرؔ جائسی نے اپنے ایک مرثیہ ع۔ ''مدح خوان خلف سید لولاک ہوں میں'' میں حسینؔ کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں بھرپور خراج عقیدت پیش کیا ہے:

تھے مرے عم سخن سنج تمناؔ و حسینؔ
مرثیے جن کے ہیں صد لائق مدح و تحسیں
عم و خال و اب و جد ذاکر مولا تھے یہیں
میں بھی آ پہنچا ہوں اب منزل آخر کے قریں
میرے مابعد جو سوچیں گے کہ وہ کیسا تھا
یہی اشعار بتائیں گے کہ مہرؔ ایسا تھا
تھے حسین اپنے زمانے کے رشید اور وحید
ایسا خلاق مضامیں کہ نہ دید اور نہ شنید
عارف فن خلف میر حسن فرد فرید
خال جاویدؔ سا استاد بعینہ خورشیدؔ
مدح میں راہ رو راہِ صواب آپ ہوئے
مرثیہ گوئی میں خود اپنا جواب آپ ہوئے

مہرؔ کے ان دو بندوں سے مترشح ہوتا ہے کہ حسینؔ کو شاعری ورثہ میں ملی تھی۔ ان بندوں کے ذریعہ مہرؔ نے انہیں رشیدؔ اور وحیدؔ کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔ دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد کا نام میر حسن تھا اور ان کے استاد جاویدؔ تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کا اعتراف بھی ہے کہ آپ نئے نئے مضامین پیش فرماتے اور مرثیہ گوئی میں آپ کا جواب نہیں تھا۔

مہذبؔ لکھنوی نے 'اسرار محن' میں لکھا ہے کہ:۔
''یہ بزرگ خاندان اجتہاد کی ایک فرد تھے مگر بالکل ان پڑھ، نہ لکھنا جانتے تھے اور نہ پڑھنا۔ دوسروں کی مدد سے اپنا مرثیہ لکھواتے تھے اور منبروں پر دوسروں کی مدد سے پڑھتے تھے۔''

حیدر حسین فضاؔ لکھنوی اپنی کتاب ''لکھنؤ کے امی شعراء'' میں اپنے استاد علامہ پرتوؔ لکھنوی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔
''حسینؔ لکھنوی حرف شناس بھی نہ تھے لیکن ذہن و حافظہ بلا کا پایا تھا۔ حسن فکر کی نسبت سے حسین، اس پر جناب جاویدؔ لکھنوی کی اصلاح و تربیت نے حسن کلام بھی پیدا کر کے مکمل حسین بنا دیا تھا۔''

شاعری کے سلسلے میں ساحرؔ لکھنوی نے اپنی تصنیف 'خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو' میں مولانا محمد باقر شمسؔ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''وہ ایسے باکمال شاعر تھے کہ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان سے بڑا بھی کوئی شاعر تھا۔'' ساحرؔ نے دولہا صاحب عروجؔ کا یہ قول بھی تحریر کیا ہے کہ ''آپ فخر

ہندوستان ہیں'' لیکن ساحرؔ حسینؔ کی شاعری کے سلسلے میں خاموش ہیں کہ انہوں نے شاعری کی ابتدا کب کی تھی۔ مولانا اسیفؔ جائسی نے اپنے مضمون میں ان کی شاعری کی ابتدا ۱۳۰۸ھ بتائی ہے۔ موصوف کے مطابق حسینؔ نے سب سے پہلے ایک نوحہ کہا تھا لیکن ساحرؔ اور اسیفؔ (دونوں) اس سلسلے میں خاموش ہیں کہ وہ کون سا نوحہ یا شعر تھا جس سے حسینؔ نے اپنی شاعری کی ابتدا کی تھی۔

فدا علی خنجرؔ لکھنوی نے اپنے مضمون ''دربار حسینؑ کا امی شاعر'' مطبوعہ الواعظ ۸ و ۱٦ / اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۷۔۲۸ میں لکھا ہے کہ ''۱۳۰۸ھ میں انہیں شاعری کا شوق پیدا ہوا تھا۔ چونکہ اکثر مجتہدین کی صحبت میں حاضر باشی کا شرف حاصل رہا تھا اس سے مزاج پر مذہبی رنگ غالب تھا۔ یہی وجہ ہے کہ غزل کے بدلے نوحہ سے شاعری کی ابتدا کی۔''

فدا علی خنجرؔ کے مطابق پہلے پہل جو شعر کہا وہ درج ذیل ہے:

ذبح کے ہنگام ایسی پیاس تھی شبیرؑ کو
چلتے چلتے حلق پر بے آب خنجر ہو گیا

خاندان میں سید بندہ کاظم جاویدؔ موجود ہی تھے ان کی سرپرستی میں مشق سخن جاری ہوئی۔ کچھ استاد کی شفقت، کچھ فطری ذوق کی بدولت بہت جلد ابتدائی مراحل طے ہو گئے۔ ساحرؔ لکھنوی نے سید علی احمد دانشؔ کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے کچھ مرثیے علی محمد عارفؔ کو بھی دکھائے تھے جبکہ مولانا اسیفؔ جائسی نے اپنے مضمون ''اردو کا امی مرثیہ گو'' میں تحریر کیا ہے کہ ''حسین مرحوم نہایت خوش گو شاعر تھے۔ مولوی بندہ کاظم صاحب جاویدؔ ان کے بہنوئی تھے اور وہ انہیں سے اصلاح لیتے تھے''

یوں تو شہر اور شہر کے باہر اکثر مجلسوں میں اپنا کلام پڑھتے تھے لیکن وہ مجلس خاص طور سے قابل ذکر ہے جو ہر سال ۱۹ / رجب کو میر باقر سوداگر کے امامباڑہ واقع لکھنؤ میں منعقد ہوتی تھی۔ اس مجلس میں عمائد کے علاوہ شعرا کو بھی شرکت کی دعوت دی جاتی تھی اور وہ بڑے مجمع کے سامنے اپنا تازہ کلام پڑھکر داد حاصل کرتے تھے۔ راقم الحروف سے ایسی ہی ایک مجلس کا ذکر سلامت رضوی مرحوم نے کیا تھا۔ ان کے مطابق وہ خود اس مجلس میں موجود تھے حسینؔ منبر پر تشریف لے گئے، مرثیہ ہاتھ میں، ایک شخص منبر کے قریب کھڑا تھا اور اس نے مرثیے کا مطلع کان میں چپکے سے بتایا اور حسینؔ نے پورا مرثیہ جم کر پڑھا۔

مہذبؔ لکھنوی نے ان کی مرثیہ نگاری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

'' جو کچھ کہا ایسا کہا کہ بڑے بڑے خوش گویان کے دانت کھٹے کر دیئے۔''

حسینؔ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی غزل، مخمس، مثنوی، قطعہ، رباعی، سلام، مرثیہ، نوحہ غرض ان تمام اصناف میں ان کے کلام کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود تھا لیکن ان کے کلام کا بیشتر حصہ دستبرد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکا۔ فدا علی خنجرؔ کی اطلاع کے مطابق ایک مناجات ''مقبول جہاں'' اور دو تین مرثیے طبع ہو چکے تھے، بعد میں

مہذب لکھنوی نے بھی کئی مرثیے شائع کیئے۔

حسین اپنے اشعار میں سیدھی سادی زبان استعمال کرتے تھے۔ ہر وقت طبیعت موزوں رہتی تھی اور ذرا سی فکر میں آمد سخن کا سلسلہ جاری ہو جاتا تھا۔ کئی موقعوں پر بہ یک وقت پوری غزل یا نوحہ وسلام تصنیف کر ڈالا۔ ایک دفعہ ان کے امی ہونے کے سبب کچھ لوگوں نے ان کے کلام کو استاد کا عطیہ سمجھا۔ کسی طرح انہیں بھی علم ہو گیا۔ چنانچہ ایک مجلس میں مشتبہ حضرات کو متوجہ کرتے ہوئے جواب دیا:۔

یہ حال ہو گر سب پہ عیاں بہتر ہے
حق گوئی کرے جو وہ زباں بہتر ہے
جو حکم ہو مجلس میں ابھی نظم کروں
اس شک سے حسین کا امتحاں بہتر ہے

ساحر لکھنوی اپنی تصنیف ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو''، صفحہ ۴۹۲ پر ''رباعیات'' کی ذیلی سرخی کے تحت لکھتے ہیں:۔

''سلام کی طرح چھنگا صاحب نے رباعیات بھی بڑی تعداد میں کہی تھی، مگر افسوس کہ ان کی ایک بھی رباعی دستیاب نہیں ہے۔''

ساحر لکھنوی نے حسین پر لکھتے وقت شاید فدا علی خنجر کے مضمون کا مطالعہ نہیں کیا۔ خنجر نے اپنے مضمون میں ''حسین کی رباعیوں کا رنگ'' کے عنوان کے تحت دو رباعیاں پیش کی ہیں۔ رباعیاں درج ذیل ہیں:۔

ذرہ دیکھا فلک کا تارا دیکھا   خورشید وقمر کا روز جلوہ دیکھا
موتی ہو کہ لعل ہو کہ شمع محفل   ہر چیز میں میں نے نور تیرا دیکھا

بس کر چکیں عالم کے نظارے آنکھیں
باقی تھیں جوانی کے سہارے آنکھیں
پیری میں یہ خود بھی ہیں چراغ سحری
ہیں صبح کے ڈوبتے ستارے آنکھیں

ساحر لکھنوی نے اپنی کتاب ''خاندان اجتہاد کے مرثیہ گو'' میں 'مرثیہ گوئی' کی ذیلی سرخی کے تحت بہت ہی عمدہ بحث کی ہے لیکن موصوف نے اپنی معلومات کو مہذب لکھنوی یا مولانا محمد باقر شمس تک محدود رکھا ہے۔ الواعظ لکھنؤ ۸ و ۱۶/اپریل ۱۹۳۴ء میں فدا علی خنجر کا جو مضمون شائع ہوا ہے اس کے آخر میں حسین کے مراثی کے یہ بند درج ذیل سرخیوں کے تحت درج ہیں:۔

۱۔ تلوار کی تعریف

جوہر تھے اس میں ہار تھا یا اک گندھا ہوا
تھی آب یا تھا آگ میں دریا چھپا ہوا
قبضہ تھا یا تھا چاند سے تارا ملا ہوا
یا نہر تھی کہ جس کا تھا پانی چڑھا ہوا
ملتی تھی جب وہ دست شہ دیں پناہ سے
چالیس ہاتھ بڑھتی تھی حکم الله سے

۲۔ شب معراج میں براق کا تذکرہ

ضو فگن ہو گیا محبوب سے جب زین براق
اور ہی ہو گئے اس وقت سے آئین براق
رحمت حق ہوئی نازل پئے تحسین براق
دوں جو تشبیہ پری سے تو ہو توہین براق
خصلتیں حوروں کی سی، حوروں کے سے ناز اسکے
پر جبریل ہیں گویا پر پرواز اس کے

بقیہ صفحہ ۱۲۲/پر

بقعیہ خاندان اجتہاد کا اُمّی شاعر۔۔۔۔

پشت پر بار نبوت لیئے مستانہ چلا
یہ پتہ اہل زمانہ کے نظاروں سے ملا

یوں چلا بزم میں جیسے کوئی پیمانہ چلا
بادصرصر کے یہ بہتے ہوئے دھاروں سے ملا

عشق معبود پیمبر میں یہ مستانہ چلا
اڑ کے اونچا جو ہوا عرش کے تاروں سے ملا

نور کو لے کے سوئے نور یہ پروانہ چلا
راستا عرش کا حوروں کے اشاروں سے ملا

ہر جگہ بوئے گل وعنبر وعود آنے لگی
جو ستارہ ہے وہ اب ماند ہوا جاتا ہے

پر پرواز سے آواز درود آنے لگی
مل کے سیاروں میں یہ چاند ہوا جاتا ہے